لاہور میں فارسی نثر کا ابتدائی سرمایہ

ڈاکٹر محمد عظیم اقبال، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ ایم۔او۔کالج، لاہور

ڈاکٹر ذوالقرنین احمد شاداب احسانی، پروفیسر سابقہ چیئرمین شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف کراچی، کراچی

Abstract

Lahore used to be famously named "Ghazni Khurd" as regards persian language and literature. In this region the early intellectual activities after the advent of Muslims, were in persian and this language remained established for more or less eight centuries. Persian prose writers belonging to Lahore had great contributions in the history of persian language and literature of sub-continent. The present article presents a critical survey of some of these prominent early persian prose writers from Lahore.

لاہور کے ابتدائی عہد میں فارسی نثر کی پہلی کتاب حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا صاحب کی تصنیف ''کشف المحجوب'' ہے جو قدامت، اثر انگیزی اور شہرت و ناموری کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کا اصلی نام علی اور والد کا نام عثمان تھا۔ آپ کا اصل وطن افغانستان کا شہر غزنین ہے۔ غزنوی دور میں آپ کی زندگی کا آخری حصہ لاہور میں بسر ہوا۔ سلطان ظہیر الدین ابراہیم غزنوی (۴۵۱ھ تا ۴۹۲ھ) کے زمانے میں آپ کی رحلت ہوئی۔ آپ نے اس خطے میں خود کو اسلام کی تعلیمات اور تبلیغ کے لیے وقف کر دیا تھا تاہم آپ کی تصنیف ''کشف المحجوب''، علمی لحاظ سے فارسی نثر کا شاندار نمونہ ہے جس کے اُردو سمیت مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ پروفیسر مولوی محمد شفیع لکھتے ہیں:

> ''یوں تو جناب ہجویریؒ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں ان کا دیوان بھی شامل ہے مگر سوا ''کشف المحجوب'' کے ان کی باقی کتابیں اب ناپید ہیں۔ یہ کتاب تصوف کی معتبر اور مشہور قدیم کتابوں میں سے ہے۔''[۱]

''کشف المحجوب'' کے نثری اسلوب کے متعلق ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی رائے ہے کہ:

> ''جن مسائل پر مصنف کو عبور ہے وہاں اسلوب بڑا صریح ہے۔ جن عبارتوں میں واعظانہ رنگ ہے وہاں جوش و اخلاص زیادہ ہے جو کلام کو بارعب اور وزن دار بناتا ہے۔ کہیں سے کتاب کھولیے، علم و حکمت سے لدی عبارتیں سامنے آتی ہیں...... مصنف چوں کہ شاعر بھی ہیں اس لیے

کہیں کہیں مرجز و مقفیٰ و مسجع جملے بھی ان کے قلم سے نکل آتے ہیں۔مثلاً خاص طور پر علما اور صوفیہ
کی تعریف میں عبارتیں......شاذ شاذ تجنیسات اور مراعاتِ لفظی سے بھی عبارت آرائی کی ہے۔۲

''کشف المحجوب'' کے علاوہ ''کشف الاسرار'' بھی حضرت سید علی ہجویری سے منسوب ہے لیکن عام طور پر اسے الحاقی تصور کیا جاتا ہے۔اسلوب کے لحاظ سے یہ ''کشف المحجوب'' سے مختلف ہے بلکہ ''کشف المحجوب'' سے معنوی اور فکری طور پر بھی متصادم ہے اور اس کی نثر بھی کمزور ہے۔قیاس ہے کہ یہ کسی نے حضرت داتا صاحب سے منسوب کر دی ہے۔۳

اس عہد کا ایک اہم نثر نگار فخرِ مدبر ہے تاہم اس کے حالاتِ زندگی کہیں نہیں ملتے۔۵۸۳ ہجری میں جب سلطان محمد غوری نے لاہور فتح کیا تو مبارک شاہ جو فخرِ مدبر کے نام سے مشہور تھا،غزنیں سے لاہور آ گیا تھا۔فارسی میں اس کی دو کتابیں:''آداب الحرب والشجاعۃ'' اور ''بحرالانساب'' محفوظ رہ گئی ہیں۔اولذکر احادیثِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی موضوعات اور خسرو و نوشیرواں اور سلاطینِ غوری و غزنوی کے احوال پر مشتمل ہے۔''یہ اپنے اسلوبِ بیان کے لحاظ سے بھی یادگار کتاب ہے۔جملے چھوٹے چھوٹے ہیں۔زبان سادہ، پختہ اور رواں ہے۔معانی میں ابہام نہیں۔''۴ دوسری کتاب ''بحرالانساب'' اپنے نام کی خصوصیت کے ساتھ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور مہاجرین و انصار کے شجرہ ہائے نسب پر مشتمل ہے۔نیز شعرائے جاہلیت، شاہانِ عرب و شام، کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔اس کے بعد ملوکِ عجم میں کیانی، اشکانی اور ساسانی بادشاہوں کے متعلق معلومات ملتی ہیں۔بنو امیہ اور خلفائے عباسی کا بھی تذکرہ موجود ہے اور آخر میں غزنویوں اور غوریوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔۵

سراج الدین ابن منہاج (پ:۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء) جو غزنیں کو چھوڑ کر لاہور میں آ کر آباد ہو گیا تھا، اپنی تصنیف ''طبقاتِ ناصری'' کی وجہ سے شہرت کا حامل ہے۔مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

> ''طبقاتِ ناصری جس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، پاک و ہند کی تاریخ کا ایک نہایت مشہور مرقع ہے۔تاج المآثر کو مستثنیٰ کرنے کے بعد یہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تاریخ ہے جو اس ملک میں بہ زبانِ فارسی مرتب ہوئی۔''۶

تاریخ کی یہ کتاب ابتدائے آفرینش سے انبیائے کرامؑ اور قدیم دنیا کی تاریخ سے شروع ہوتی ہے، پھر ان تفصیلات کا احاطہ کرتے ہوئے سیرت النبیؐ، خلفائےؓ اسلام اور مصنف کے اپنے زمانے کے مشاہیر و عمائدین سلطنت، اسلامی سلطنتوں کے حکمرانوں اور اسلامی تاریخ کے بیان کے بعد ہندوستان کی مرحلہ وار تاریخ کے ساتھ سلطان ناصر الدین محمود کے عہد تک کا احاطہ کرتی ہے۔تاریخ کی ماخذ کتب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔دوسری جلد میں بلبن کے عہد اور تاتاری فتنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔مولانا غلام رسول مہر کے خیال میں یہ تاریخ کی اہم کتاب نہیں ہے تاہم وہ لکھتے ہیں:

> ''بہ ایں ہمہ طبقاتِ ناصری کے بعض حصے بہت بیش بہا ہیں۔مولانا نے خراسان، غور اور

ہندوستان کے متعلق بعض ایسی معلومات فراہم کر دی ہیں جو میرے محدود علم کے مطابق کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتیں۔انھیں پر طبقاتِ ناصری کی حقیقی اہمیت قائم ہے۔''۷

چھٹی صدی ہجری کے خاتمے پر محمد عوفی کا تذکرہ ''لباب الالباب'' فارسی شعرا پر بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔عوفی بخارا سے ہندوستان میں وارد ہوا تھا اور اس نے ہندوستان کے کئی شہروں کی سیاحت کی تھی۔لاہور میں بھی اُس کا قیام رہا اور یہاں کے شاعروں اور اہلِ علم سے اس کا میل جول رہا۔اس کی نثری تصنیفات میں ''لباب الالباب'' کے علاوہ ''جامع الحکایات مع الروایات'' ہے جو اس نے ناصرالدین قباچہ کے حکم پر لکھی تھی۔۸

نصیرالدین بینائی لاہوری کی ''فتاویِ برہنہ'' فقہ حنفی کے حوالے سے ایک مفصل اور مقبول کتاب رہی ہے۔اسلوبِ تحریر سادہ و رواں اور فارسی خوانوں کے لیے عام فہم ہے۔تاریخ کی معروف کتاب ''طبقاتِ اکبری'' کا مؤلف خواجہ نظام الدین احمد (وفات ۱۰۰۳ھ) ہندوستان میں مغل شہنشاہ اکبر کے عہد میں ایک نام ور مورخ کی حیثیت رکھتا تھا۔اس کے والد خواجہ مقیم ہروی ظہیرالدین بابر کے منصب داروں میں تھے۔''طبقات اکبری'' تین جلدوں میں ہے۔پہلی جلد میں گجرات، بنگالہ، سلطنتِ شرقیہ، مالوہ، کشمیر، سندھ اور ملتان کا احوال ملتا ہے۔دوسری جلد میں اہم تاریخی واقعات قلم بند کرنے کے بعد اکبری عہد کے نام ور امرا و علما، فضلا، مشائخ اور شعرا کے حالات لکھے گئے ہیں۔تیسری جلد دورِ اکبری کی تاریخ پر مشتمل ہے۔واقعات سادہ و سلیس فارسی میں بیان کیے گئے ہیں۔جملے مختصر اور اسلوبِ بیان میں روانی و بے ساختگی ہے۔۹

ابوالبرکات منیر لاہوری کا کلیات ''کلیاتِ اولیٰ'' اور کلیاتِ اُخریٰ'' نظم و نثر پر محیط ہے۔''کلیاتِ اولیٰ'' کے حصہ نثر میں جہاں مناظرۂ عناصر، مناظرۂ تیغ و قلم، مناظرۂ شب و روز ایسے مضامین ہیں وہیں منیر کے مکاتیب، رقعات اور مثنویات کا دیباچۂ نثر بھی شامل ہے۔ان کے علاوہ ''انشاے منیر'' کے نام سے اس کے مکاتیب کا مجموعہ بھی اُس سے یادگار رہے۔''رقعاتِ منیر'' کے نام سے بھی ایک مجموعہ ترتیب دیا۔منیر کا ایک نثری کارنامہ ''تذکرۂ شعرا'' ہے جو متقدمین و متاخرین فارسی کے حالات و کلام پر مشتمل ہے۔منیر لاہوری نے نثر میں عرفی کے قصاید کی ایک نہایت عمدہ شرح بھی لکھی تھی۔عرفی، ظہوری، زلالی اور طالب آملی کے کلام پر ایک تنقیدی کتاب ''کارنامہ'' بھی منیر کا کارنامہ ہے۔ایک اور کتاب ''کارستان'' ہے جو بعض حکایات اور فرضی واقعات کا مجموعہ ہے۔

منیر لاہوری کی طرح چندر بھان برہمن جہاں ایک اہم فارسی گو شاعر ہے وہاں ''منشآتِ برہمن'' اور ''چہار چمن'' اس کی اہم نثری تصنیفات ہیں۔''منشآت'' میں زیادہ تر رقعات اور وہ سرکاری خطوط ہیں جو اس عہد کے اُمرا و وزرا کو لکھے گئے۔''چہار چمن'' میں مصنف کی اپنی یادداشتوں اور ان جشنوں کا ذکر ہے جو عہدِ شاہجہانی میں منعقد ہوئے۔مزید برآں عہدِ شاہجہانی کی فتوحات، اولیا، بزرگوں اور عارفوں کے احوال و مقامات اور وہ خطوط انتخاب کیے گئے ہیں جو مصنف نے اپنے ہم عصر شعرا محمد جان قدسی، منیر لاہوری اور اپنے والد اور بھائیوں کے نام تحریر کیے۔''تحفۃ الفصحا'' مختصر تذکرۂ شعرا ہے۔اس کے علاوہ ''گل دستہ''، ''انشاے ہفت گلشن'' اور ''نادرالنکات''،

بھی چند بھان برہمن کی تالیفات ہیں۔[۱۰]

ملا شاہ بدخشی (لاہوری) عہدِ شاہجہانی و عالمگیری کے ایک معروف صوفی و عارف، شاعر اور نثر نگار تھے۔ ان کا نام اگرچہ شاہ محمد تھا مگر ان کے مرشد حضرت میاں میرؒ اُن کو محمد شاہ کے نام سے پکارتے تھے لیکن وہ ملا شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔اٹھائیس سال کی عمر میں بدخشاں سے لاہور آئے اور زندگی کا بیشتر حصہ گزار کر لاہور ہی میں فوت ہوئے۔صوفی و عارف کی حیثیت سے انھوں نے رسالہ ''مرشد'' تحریر کیا۔اگرچہ اس کا زیادہ حصہ نظم میں ہے مگر نظم کے درمیان فارسی نثر بھی موجود ہے۔فارسی میں ایک تفسیر بھی اُن سے یادگار ہے۔ملا شاہ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ بھی موجود ہے جس میں اورنگ زیب اور داراشکوہ کے نام خطوط شامل ہیں۔[۱۱]

غزنوی دور سے مغلیہ دور تک ان گنت مصنفین اور ان کی فارسی نثر نگاری کا تذکرہ ہمیں برعظیم کی فارسی ادب کی تاریخ کے صفحات پر نظر آتا ہے۔ان میں بیشتر تحریریں صوفیائے کرام کے ملفوظات، پند ونصائح پر مشتمل تصنیفات، اہلِ علم وادب اور شعراء کے تذکرے نیز تاریخ پر مشتمل تصانیف ہیں جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہی نہیں بلکہ تاریخ اور ادب کے حوالے سے مآخذ کتب کی حیثیت بھی رکھتی ہیں۔

فارسی نثر نگاری کی اس شاندار روایت میں دیگر بے شمار اہلِ علم کے علاوہ مذکورہ بالا فارسی نثر نگاروں کی تصنیفات و تالیفات نے بھی گراں قدر اضافہ کیا۔مزید برآں خطہ لاہور میں پنجابی اور اُردو زبان وادب کا راستہ ہموار کرنے اور ان زبانوں کی ابتدائی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کیا۔یہی دو زبانیں آج بھی لاہور میں شعر وادب کی تخلیق کا سرچشمہ ہیں اور اپنی ارتقائی صورت میں اس خطے کا طرّۂ امتیاز ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ محمد شفیع،مولوی،مقالاتِ دینی و علمی،حصہ اوّل،(لاہور: دین محمد پریس،۱۹۶۰ء)،ص:۱۹۵

۲۔ ظہور الدین احمد،ڈاکٹر،پاکستان میں فارسی ادب،جلد اوّل،(لاہور: یونیورسٹی بک ڈپو،س ن)، ص:۱۳۰۔۱۳۱

۳۔ ایضاً،ص:۱۵۴۔۱۶۰

۴۔ ایضاً،ص:۱۶۸

۵۔ ایضاً،ص:۱۶۸

۶۔ منہاج سراج،منہاج الدین عثمان،طبقاتِ ناصری،جلد اوّل،اُردو ترجمہ: غلام رسول مہر،(لاہور: اُردو سائنس بورڈ،۲۰۰۴ء)،ص:۱

۷۔ ایضاً،ص:۱۹

۸۔ سیّد سلیمان،ندوی،عرب و ہند کے تعلقات،(لاہور: مشتاق بک کارنر،س ن)،ص:۱۶۳

۹۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، پاکستان میں فارسی ادب، جلد اوّل، ص: ۱۷۳ تا ۱۸۰

۱۰۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ ، (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۷۴ء)، ص: ۱۱۵ تا ۱۲۴

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۶۰

مآخذ:

۱۔ سیّد سلیمان، ندوی، عرب و ہند کے تعلقات، لاہور: مشتاق بک کارنر، س ن۔

۲۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، پاکستان میں فارسی ادب، جلد اوّل، لاہور: یونیورسٹی بک ڈپو، س ن۔

۳۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ ، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۷۴ء۔

۴۔ محمد شفیع، مولوی، مقالاتِ دینی و علمی ، حصہ اوّل، لاہور: دین محمد پریس، ۱۹۶۰ء۔

۵۔ منہاج سراج، منہاج الدین عثمان، طبقاتِ ناصری ، جلد اوّل، اُردو ترجمہ: غلام رسول مہر، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء۔

☆☆☆